آہ!

شیخ عبدالحق

الاعظمی قدس سرہ

۱۳۴۷ھ ۱۴۳۸ھ

۱۹۲۸ء ۲۰۱۶ء

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

از: مفتی محمد شاکر صاحب قاسمی مدنی (خویش حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
استاذ تخصص فی الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم
سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی

آہ!

حضرت شیخ عبدالحق اعظمی علیہ الرحمہ

دیر سے بیٹھا ہوں ہاتھوں میں لئے اپنے قلم
کیا لکھوں، کیسے لکھوں، دل پر ہے طاری شامِ غم

عالی مرتبت، عالی صفات، عالی مقام، نمونہ اسلاف، فنا فی اللہ، زہد فی الدنیا کے عملی پیکر، جامع کمالات وصفات حمیدہ، استاذ الاساتذہ، حضرت شیخ الحدیث، بندۂ ناچیز کے خسر حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نوراللہ مرقدہٗ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ۳۰/ ربیع الاول کے اختتام اور یکم ربیع الثانی کے آغاز ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب تقریباً سواسات بجے دیوبند کے مشہور ڈاکٹر ڈی، کے، جین کے اسپتال میں اپنے تمام متعلقین کو روتا بلکتا چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾، " إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهٗ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"۔

موت وحیات کا فلسفہ درحقیقت خالق کائنات کی قدرت کاملہ کے اظہار اور بندوں کی عاجزی کا غماز ہے، اسی سے مخلوقِ خدا کا فانی ہونا ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ اپنے مقام ومرتبہ اور جاہ ومنصب میں کتنا ہی بڑا ہو، بہرصورت اس کو قضاوقدر کا فیصلہ قبول کرنا ہی ہے، اس دنیا میں جو بھی آنکھیں کھولتا ہے، وہ ایک نہ ایک دن بند بھی ضرور کرتا ہے، خدائی اعلان ہے: ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے)، یہ روزانہ کا معمول ہے نہ جانے کتنے لوگ ہرروز اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور دوسروں کی زندگی معمول کے مطابق چلتی رہتی ہے؛ لیکن جو لوگ حق شناس، خداترس اور عالم باعمل ہوتے ہیں، ان کی رحلت پر اپنوں کے ساتھ زمانہ بھی روتا ہے، زمین روتی ہے، آسمان روتا ہے، حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال پر ہر کوئی زبانِ حال سے کہہ رہا ہے: ؎

اے خطۂ فردوس کے راہی تو پلٹ آ
رحلت پہ تری غلغلۂ آہ وفغاں ہے

راقم الحروف تادم تحریر (پندرہ روزہ بعد) بھی اس حادثۂ جانکاہ سے متاثر وغم زدہ ہے، کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں! کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؛ لیکن لوگوں کے اصرار کی وجہ سے حضرت کی خودنوشت کی روشنی میں ذہن ودماغ پر زور ڈال کر کچھ لکھنے کی کوشش کررہا ہوں۔

حضرت والا سے گھریلو تعلقات: ۱۹۷۸ء میں راقم الحروف کے والدین فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے ''نور جہاں'' نامی آبی جہاز سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، اسی جہاز میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی رفیق سفر تھے؛ لیکن پہلے سے تعارف نہ ہونے کی وجہ سے دوران سفر باقاعدہ ملاقات نہ ہوسکی، حرمین شریفین میں قیام کے دوران والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف حضرات کو اپنے یہاں کھانے کے لئے

مدعو کیا کرتے تھے، حاجی اسماعیل صاحب لونیہ ڈیہہ اعظم گڈھ جن کا نانی ہال ہمارے آبائی گاؤں منجیر پٹی میں تھا، انہوں نے والد صاحبؒ کی حضرت والا سے ملاقات کرائی، والد صاحب نے اپنے ساتھ کھانا کھانے کی پیشکش کی، حضرت نے بخوشی قبول فرمایا، اس سفر حج میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ استاذِ گرامی قدر بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم بھی تھے، بعد میں والد صاحبؒ نے پورے سفر اپنے ساتھ کھانا کھانے کی درخواست کی اور آپ نے شرف قبول بخشا، چنانچہ پورے سفر حج میں چند اوقات کو چھوڑ کر ساتھ ہی کھانا کھاتے رہے، اُس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مشرقی یوپی کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم مئو میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، تعلیمی سلسلہ جاری رہے اور طلبہ کا زیادہ نقصان نہ ہو؛ اس لئے واپسی کی تاریخ آپ نے پہلے کروالی، ان چند ہی ایام کی ہمراہی میں ان کے درمیان آپسی تعلق اتنا مضبوط ہوگیا کہ واپسی کے وقت حضرت والا اور والد صاحب رحمہما اللہ آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، آئندہ ملتے ملاتے رہنے کے عہد و پیمان کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوئے، یہیں سے، اسی مبارک سفر اور مبارک سرزمین سے ہمارے گھرانہ تعلقات کا آغاز ہوتا ہے، پھر حرمین شریفین کی یہ دوستی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا، جب ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۰ء کو حضرت والا نے اپنی چھوٹی بیٹی کو راقم الحروف کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک فرما کر دوستی کے اس رشتہ کو رشتہ داری میں تبدیل فرما دیا، اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو محبت و مودت کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال فرمانے اور بندہ کے شفقت پدری سے محروم ہوجانے کے بعد اس رشتہ کی وجہ سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ والد صاحبؒ کی طرح محبت

وشفقت فرماتے رہے؛ اور آج رشتۂ نکاح کے ٹھیک نو سال بعد (۳۰؍دسمبر ۲۰۱۶ء کو) یہ سایۂ محبت و ہمدردی بھی ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"،

ذیل میں حضرت والا علیہ الرحمہ کے کچھ حالات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں:

نام و نسب: شیخ عبدالحق بن محمد عمر بن کریم بخش بن محمد علی۔

خاندان: آپ خاندانی طور پر شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے آباء واجداد شیرازِ ہند ضلع جونپور کے موضع ظفرآباد سے ہجرت کرکے اعظم گڈھ کے موضع ''بھی اقبال پور'' آئے، پھر وہاں سے ضلع اعظم گڈھ کے مشہور قصبہ ''پھولپور'' سے متصل موضع ''جگدیش پور'' آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔

ولادت: ۶؍رجب المرجب ۱۳۵۱ھ (بحوالہ خودنوشت؛ لیکن خودنوشت کی دیگر مندرجات اور معاصرین کے بقول، نیز انگریزی سنہ ۱۹۲۸ء کی وجہ سے آپ کا ہجری سنہ پیدائش ۱۳۴۷ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے) مطابق ۱۷؍دسمبر ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ آپ کی پیدائش ہوئی۔

جائے پیدائش: ضلع اعظم گڈھ کے جن علاقوں نے علم وعمل کی دنیا میں اپنا نام روشن کیا، ان میں سرِ فہرست آپ کی جائے پیدائش ''جگدیش پور'' کا نام نامی بھی ہے، اس سرزمین سے بہت سے نامور علماء، صلحاء اور اہم شخصیات اٹھیں، اور دنیا کو اپنے علمی وروحانی فیضان سے سیراب کرگئیں، نیز اس سرزمین سے اٹھنے والی تین اہم شخصیات کا بیک وقت ازہرِ ہند دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا بھی اس کا طرۂ امتیاز ہے: (۱) حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث)۔ (۲) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی (استاذ حدیث)۔ (۳) حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب مدظلہ العالی (سابق صدر القراء)۔

نشو ونما: آپ نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت میں اپنی زندگی کی ابھی چھ(۶) بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والد صاحبؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہوگئے، تربیت واصلاح اور پرورش ونگہداشت کی ساری ذمہ داری والدہ محترمہ کے سر آپڑی، جس کو وہ بحسن وخوبی انجام دیتی رہیں، بعد میں آپ کی والدہ کا نکاح آپ کے پھوپھی زاد بھائی چودہویں صدی ہجری کے چند نامور علمائے کرام میں سے ایک بڑے عالم، حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوری رحمہ اللہ کے شاگرد خاص، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابوالحسن محمد مسلم صاحب نوراللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم مئو سے ہوگیا۔ اور انہوں نے آپ کو اپنے زیر عاطفت پوری توجہ کے ساتھ تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بار بار ان کا تذکرہ فرماتے کہ میں جو کچھ بھی ہوں، اللہ کی رحمت کے بعد حضرت مولانا محمد مسلم صاحبؒ کی تعلیم وتربیت ہی کا اثر ہے۔

حضرت کے بھائی بہن: حضرت کے والد ماجد جناب محمد عمر صاحب علیہ الرحمہ کا پہلا عقد موضع راجہ پور سکرور میں ماموں کی لڑکی سے ہوا، ان سے ایک لڑکی زہریٰ پیدا ہوئیں، پھر دوسرا عقد موضع مسلم پٹی میں ہوا، ان سے بھی ایک لڑکی زہیرا پیدا ہوئیں، تیسرا عقد موضع کشنی پور متصل مہوارہ میں ہوا، ان سے دو لڑکے عبدالقادر اور عبدالعلی اور ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئیں، چوتھا عقد جگدیش پور (گاؤں ہی) میں ہوا، جو حضرت کی والدہ تھیں، ان سے تین لڑکیاں: محمودہ، سیدہ، زاہدہ اور ایک لڑکے عبدالحق (حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) پیدا ہوئے، محمودہ سب سے بڑی تھیں، سیدہ اور زاہدہ حضرت سے چھوٹی تھیں۔

ابتدائی تعلیم: دیہاتی ماحول کے مطابق حضرت والا نے بھی تعلیم کا آغاز

گاؤں کے مکتب ''مدرسہ امدادالعلوم'' سے فرمایا اور جناب حافظ محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد استاذ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی سابق صدر القراء دارالعلوم دیوبند) سے ناظرہ قرآن کریم اور معمولی اردو کی تعلیم حاصل کی۔

بیت العلوم میں داخلہ: حضرت والا تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے علاقہ کے مشہور دینی ادارہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ میں یکم ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ (بحوالہ رجسٹر داخلہ مدرسہ بیت العلوم، اور بحوالہ خودنوشت ۱۳۶۵ھ میں) داخلہ لیا، اور عارف باللہ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیرت خاتم الانبیاء، صفائی معاملات، پندنامہ، تیسر المبتدی، گلزار دبستاں، پنج گنج، علم الصیغہ، نورالایضاح، نحومیر، شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، قدوری اور شرح وقایہ وغیرہ کتابیں اور حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آمدنامہ، فارسی کی پہلی، گلستاں باب ششم، میزان منشعب، مالابدمنہ، منتخب النفائس، شرح جامی بحث اسم وفعل، سراجی اور تلخیص المفتاح وغیرہ اور حضرت مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم سے فارسی کی دوسری اور اخلاق محسنی وغیرہ، اور حضرت مولانا فیض الرحمٰن صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ گلستاں، بوستاں مکمل، اور مفتاح القواعد، جناب ماسٹر عین الحق صاحب سے حساب، سفینۂ اردو اور رحمتِ عالم وغیرہ کتابیں، ۱۸ر شعبان ۱۳۷۱ھ تک پانچ سال چار ماہ کی مدت میں پڑھیں، مدرسہ میں اساتذہ کے نورنظر اور ممتاز طلبہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

دارالعلوم مئو میں داخلہ: اوپر گذر چکا ہے کہ آپ کے والد صاحب کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد آپ کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت کے ذمہ دار جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو کہ دارالعلوم مئو میں

شیخ الحدیث تھے، انہوں نے مزید تعلیمی سلسلہ کو اپنی نگرانی میں آگے جاری رکھنے کے لئے دارالعلوم مئو میں بلا لیا، چنانچہ ۱۳۷۲ھ (خودنوشت کے مطابق ۱۳۷۱ھ) میں دارالعلوم مئو میں داخلہ لے کر متعدد عبقری علمی شخصیات کے چشمۂ علم وعمل سے خوب خوب سیراب ہوئے، اس زمانہ میں آپ نے اپنے مشفق مربی جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، مرقات، قطبی، سلّم العلوم، ملّا حسن، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مسلم الثبوت، حمداللہ، شمس بازغہ اور ہدایہ جلد اوّل وثالث ورابع ودیگر کتب معقولات ومنقولات پڑھیں، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ (جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہوئے) سے ہدایہ ثانی اور سراجی، حضرت مولانا قاری ریاست علی صاحب بحری آبادی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (جو بڑے قاری صاحب کے نام سے مشہور تھے) سے مقامات حریری اور جلالین شریف، حضرت مولانا محمد امین صاحب سے مشکوٰۃ شریف، حضرت مولانا حکیم منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم سے نورالانوار اور حضرت مولانا محمد مصطفٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلاصۃ البیان وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ: از ہر ہند مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے علم وعمل کے بحر ناپیدا کنار سے علمی غواصی اور عالمی علمی وروحانی شخصیات سے نور نبوت کو حاصل کرنے کے لئے حضرت والا نے ۵؍شوال المکرّم ۱۳۷۳ھ کو سرزمین علم وعمل دیوبند کے لئے رختِ سفر باندھا اور دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیکر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی

کا کچھ حصہ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنن نسائی، موطاامام مالک اور شرح معانی الآثار، حضرت مولانا ظہور احمد صاحب سے سنن ابن ماجہ اور حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سے موطا امام محمد پڑھیں، دارالعلوم دیوبند میں بھی اساتذہ کے نورنظر رہے، چنانچہ ۲۸؍شعبان ۱۳۷۴ھ کو شیخ الاسلام حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے ہمراہ وطن مالوف واپسی ہوئی، حضرت مدنی علیہ الرحمہ ''اکبر پور'' اتر گئے اور آپ شاہ گنج تک آکر جگدیش پور تشریف لائے۔

مختلف مشائخ سے اجازت حدیث: دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث شریف کے تمام اساتذہ کے علاوہ آپ کو مندرجہ ذیل حضرات سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ اور مسلسلات کی اجازت۔

(۲) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مسلسلات کی اجازت۔

(۳) ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی علیہ الرحمہ سے مکہ مکرمہ میں صحاح ستہ اور اوائل سنبل کی اجازت۔

(۴) حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے تین مرتبہ حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

تدریسی سرگرمیاں: رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد ''بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً'' پر عمل کرتے ہوئے آپ نے خالص درس وتدریس کے میدان میں قدم رکھا اور کسب معاش کے لئے تجارت وغیرہ کسی ذریعہ کو کبھی آزمایا تک نہیں، خود فرمایا کرتے

تھے کہ ”میں نے اپنی زندگی میں تدریس کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں اپنایا، اور میری خواہش ہے کہ اسی طرح پڑھتے پڑھاتے محبوب حقیقی سے جاملوں“، چنانچہ اللہ ربّ العزت نے آپ کی دعا حرف بحرف قبول فرمائی اور مختلف اعذار وامراض کے باوجود آپ نے کبھی درس کو ترک نہیں فرمایا اور طلبہ سے فرمایا تھا کہ سنیچر کو درس دوں گا؛ لیکن جمعہ ہی کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی ملک بقا ہو گئے، اللہ اپنی شایانِ شان بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔

مطلع العلوم بنارس میں بحیثیت استاذ: جب آپ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد وطن مالوف تشریف لائے، تو اربابِ مطلع العلوم بنارس کی نگاہِ انتخاب آپ پر پڑی اور محرم ۱۳۷۵ھ میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کی تقرری ہوئی، بخاری شریف کے علاوہ کئی اور اہم کتابوں کا درس آپ سے متعلق تھا، دوسال یہاں درس دینے کے بعد بغرض مزید تعلیم اراکین کے نہ چاہتے ہوئے آپ نے استعفا دے دیا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے، مگر ندوہ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ پڑھی ہوئی کتابیں دوبارہ پڑھنی ہیں اور ماحول بھی راس نہ آنے کی وجہ سے ندوہ کی تعلیم ترک فرمادی، اربابِ مطلع العلوم بنارس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے ہی اصرار کے ساتھ چھ ماہ بعد دوبارہ بحیثیت صدرالمدرسین آپ کو واپس لے آئے۔

اسی زمانہ میں بنارس میں حضرت کے پیٹ کا آپریشن ہوا، اور سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، مسلسل پچیس روز تک داخل اسپتال رہے، استاذ گرامی قدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی جگدیش پوری مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند (جو اس وقت مطلع العلوم بنارس میں حضرت سے شرح جامی وغیرہ پڑھتے تھے) خدمت میں بیس بائیس روز تک رہے، نہانے اور کپڑے بدلنے کے لئے بھی وہاں سے نہ ہٹے، بقول

حضرت ''عزیزی مولوی حبیب الرحمٰن سلمہ نے پوری خدمت کی''۔ (خودنوشت)

ماہِ ذی الحجہ ١٣٨٢ھ میں بغرض تبدیلی آب وہوا رخصت لے کر صوبہ بہار (جھارکھنڈ) کے ضلع گریڈیہہ کے موضع ''کول ڈیہا'' کے مدرسہ حسینیہ تشریف لے گئے اور وہ وہاں نو ماہ تک علمی لعل وجواہر لٹائے، پھر شعبان ١٣٨٣ھ میں تعطیل کلاں کے موقع پر جب وطن مالوف تشریف لائے تو اربابِ مطلع العلوم بنارس پھر بڑے ہی اصرار کے ساتھ مطلع العلوم واپس لے گئے۔

استاذ دار العلوم مئو: غالباً ١٣٨٨ھ ماہِ شوال المکرّم مطابق ١٩٦٩ء میں اربابِ دارالعلوم مئو کے سخت اصرار کی بناء پر مطلع العلوم بنارس سے ایک سال کی رخصت لیکر دارالعلوم مئو میں بحیثیت شیخ الحدیث، صدرالمدرسین اور ناظم کتب خانہ تشریف لے گئے، پھر ١٣٨٩ھ میں حضرت مولانا قاری ریاست علی صاحب کے انتقال کے بعد صدرالمدرسین بنائے گئے، دارالعلوم مئو میں آپ سے متعلق بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، ہدایہ ثالث اور دیگر فنون کی اہم کتابوں کے درس کے علاوہ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے ذمہ تھی، تیرہ ہزار سے زائد سوالات کے جواب آپ نے تحریر فرمائے، آپ کے فتاویٰ عموماً مفصل اور مدلل ہوتے تھے، اور بڑی ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، تقریباً ١٤ سال آپ مئو کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کرتے رہے، اہل مئو آپ سے قابل رشک تعلق رکھتے تھے، جو وفات تک برقرار رہا۔

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند: ١٤٠٢ھ بخاری شریف کے درس کے لئے اراکین شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی نظر انتخاب حضرت والا پر پڑی، چنانچہ دارالعلوم کے لئے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی علیہ الرحمہ نے براہ راست درخواست کی، پھر اربابِ شوریٰ نے آپ کے نام خط بھی بھیجا، جب دارالعلوم مئو کے ذمہ داران کو

یہ خبر ملی تو بے چین ہو گئے اور آپ کو روکنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی، تین مرتبہ جگدیش پور وفد آیا، ایک مرتبہ موقع پا کر آپ کی والدہ کو سمجھایا کہ آپ دیوبند جانے سے منع فرمادیں؛ کیوں کہ مئو قریب ہے، ہر ہفتہ آپ سے ملاقات ہو جاتی تھی، اگر دیوبند چلے گئے، تو کئی کئی مہینہ بعد گھر واپس آئیں گے، چنانچہ آپ کی والدہ نے سختی سے منع کر دیا، لیکن آپ نے اپنی والدہ سے فرمایا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اگر نہیں گیا تو وعدہ خلافی اور بڑی بدنامی ہوگی، تو آپ کی والدہ نے اجازت مرحمت فرمائی اور آپ ۹/ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ سے دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث وفقہ وتفسیر مقرر ہوئے، پہلے سال بخاری شریف جلد ثانی، ہدایہ ثالث، موطأ امام مالک، مشکوٰۃ شریف جلد ثانی، نخبۃ الفکر، الاشباہ والنظائر اور تفسیر مظہری کا سبق آپ سے متعلق رہا، اور ''شیخ ثانی'' کے نام سے اس طرح مشہور و معروف ہوئے کہ اسی نام سے آپ علمی دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے تھے۔

پھر ۱۴۰۳ھ میں دارالعلوم مئو کے ناظم اعلیٰ صاحب دیگر ارکان مدرسہ کے ساتھ دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت کو واپس لانے کے لئے ارباب دارالعلوم دیوبند سے بڑی کوشش کی اور حضرت بھی ایک مدت تک مئو میں رہنے کی وجہ سے انس کی وجہ سے واپس جانا چاہتے تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران کسی طرح واپس بھیجنے پر راضی نہ ہوئے، پھر آپ مسلسل ۱۴۰۲ھ سے ۱۴۳۸ھ تک دارالعلوم میں پوری آب وتاب کے ساتھ درس دیتے رہے اور اپنی خواہش کے مطابق خاکِ دیوبند کے پیوند بن گئے۔

وسعت مطالعہ وقوت حافظہ: حضرت بلا کے ذہین اور قوی الحافظہ نیز وسیع مطالعہ کے مالک تھے، استاذ گرامی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ''میں نے ۲ بجے رات سے پہلے کبھی سوتے ہوئے نہیں دیکھا، جب دیکھو کتاب کے مطالعہ میں غرض رہتے تھے''

آپ کومختلف کتابوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں،اور بوقت ضرورت بالفاظہٖ پڑھ جاتے تھے، چنانچہ اس کی ایک جھلک ایک واقعہ سے دکھانا چاہوں گا،ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالبر صاحب تراویح پڑھارہے تھے،مقتدیوں میں حضرت والا کے ساتھ یہ ناچیز بھی تھا،دورانِ تلاوت سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۰۰ ''وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَاءَ الْجِنَّ'' میں لفظ الجن ک کسرہ کے ساتھ پڑھا،چونکہ ناچیز حافظ نہیں ہےاس لئے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ الجن شاید فتح کے ساتھ ہے،قرآن پاک میں دیکھ لیں،کسی اور نے تائید کی تو مولانا عبدالبر صاحب نے کہا کہ ہاں،جعلوا کا مفعول ثانی ہے،اور ناچیز نے کہا کہ شرکاء سے بدل ہے،حضرت والا نے خاموشی سے سن کر فرمایا سامنے المماری سے جلالین نکالو! صاحب جلالین نے دونوں وجہ لکھی ہے،جلالین نکال کر دیکھا،تو دونوں احتمال ذکر تھا،ہم لوگوں کے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ تقریباً ۵۰ سال قبل جلالین کا آپ نے درس دیا تھا،اور ابھی تک آپ کے حافظہ میں یہ بات محفوظ تھی۔

علمی کارنامے : حضرت والا کو قدرت نے لکھنے کا بہترین سلیقہ عنایت فرمایا تھا،چنانچہ تیرہ ہزار سوالات (جو سب افتاء سے متعلق تھے) کے جواب میں یہ بات خوب واضح نظر آئی ہے،آپ کے جواب فقہی انداز میں مفصل اور مدلل ہوا کرتے تھے، آپ کے یہ فتاویٰ جناب مولانا عبیداللہ شمیم صاحب قاسمی زیدمجدہٗ (داماد حضرت والا) مرتب کررہے ہیں،ابھی دارالعلوم مئو کے ذمہ داران سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم مئو میں اور فتاوے ہیں،اللہ ربّ العزت جلد از جلد مکمل طبع ہونے کی صورت پیدا فرمائے،اسی طرح حضرت والا کو اپنے مربی جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب علیہ الرحمہ سے ''شرح تہذیب'' کے متن ''تہذیب'' کا آخری حصہ جو فن کلام سے متعلق ہے اس کا مخطوطہ ملا تھا،اور کبھی طبع نہیں ہوا تھا،حضرت اس کی تحقیق کی بڑی خواہش رکھتے تھے،

لیکن مختلف امراض اور مشغولیوں کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا تھا تو بندہ کو اپنی نگرانی میں اس کی تحقیق کا مکلّف کیا اور الحمدللہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں تصنیف سے تقریباً ۵۰۰ سال بعد بنام تہذیب الکلام طبع ہوئی، حضرت بہت ہی خوش ہوئے کہ میری خواہش پوری ہوئی، بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور تمام اساتذۂ دارالعلوم دیوبند اور عالمی علمی شخصیات کو ہدیہ میں پیش کیا، اسی طرح صحیح بخاری کے حاشیہ پر قیمتی نوٹس اور جامع ترمذی اور شمائل ترمذی کے حل کے لئے عمدہ تعلیقات بھی آپ کے قلم سے وجود میں آئیں، اللہ تعالیٰ طبع ہونے کی کوئی شکل پیدا فرمائیں، ان تمام کے علاوہ آپ کے لاتعداد شاگرد بھی علمی کارنامے میں شمار ہوں گے جو پوری دنیا میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کررہے ہیں۔

اعظم گڈھ کے سب سے پہلے قاضی: حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ افتاء وقضا کے نصاب کو نہیں پڑھا تھا، لیکن اپنی خداداد صلاحیت اور یگانۂ روزگار اساتذۂ کرام سے خصوصی استفادہ کی وجہ سے ہر فن میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، نیز آپ کے اساتذہ کو آپ پر مکمل اعتماد بھی تھا، چنانچہ اس زمانہ میں آپ کے علاقہ میں کوئی محکمۂ شرعیہ یا دارالقضاء نہیں تھا، جس کی وجہ سے پیچیدہ مسائل کے حل میں کافی دشواریوں کا سامنا تھا، انھیں مسائل میں سے مفقود الخبر (جس عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے، اس کے نکاح کو باقی رکھنے) کا مسئلہ تھا، مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اور حضرت والا علیہ الرحمہ کے استاذ خاص شیخ طریقت حضرت مولانا محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے میں کافی تشویش تھی، چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لئے مدرسہ ہذا کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ شرکت دی؛ لیکن کسی وجہ سے وہ شریک نہ ہوسکے، دوسرے سال پھر دعوت دی اور مدرسہ ہذا کے

لائق وفائق سپوت حضرت مولانا محمد اقبال صاحب سیوانی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ سراج العلوم تیاہٹہ سیوان کو یہ ذمہ داری دی کہ وہ قاضی صاحب کو جلسہ میں لے کر آئیں، چنانچہ قاضی صاحب تشریف لے آئے اور نکاح وطلاق کے موضوع پر عمدہ تقریر فرمائی، پھر خصوصی مجلس میں حضرت مولانا سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفقود الخبر وغیرہ مسائل کے حل کے لئے قاضی صاحب کے سامنے تجویز پیش کی، تو انھوں نے فرمایا: ایک دارالقضاء بنایا جائے، اس کے کچھ ممبران ہوں، اور قاضی آپ (مولانا سجاد صاحبؒ) ہوں گے؛ لیکن آپ نے اس عہدے کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار فرمادیا، پھر اتفاق رائے سے آپ کے شاگرد خاص حضرت والا علیہ الرحمہ کو قاضی بنایا گیا، اور حضرت مولانا سجاد صاحب، حضرت مولانا افتخار احمد صاحب جگدیش پوری اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سرائے میر رحمہم اللہ اس کمیٹی کے ممبر بنائے گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطۂ اعظم گڈھ میں سب سے پہلے قاضی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

وعظ و خطابت: حضرت والا گوناگوں خصوصیات کے ساتھ فن خطابت پر بھی قدرتِ تامہ رکھتے تھے، آپ کے اندر ایک اچھے واعظ اور ماہر ومشاق خطیب کے جملہ اوصاف موجود تھے، درس وتدریس کے زمانۂ آغاز سے مجالس وعظ وتذکیر میں جلوہ آرا نظر آتے تھے، ایک ایک رات میں کئی کئی جلسوں میں شرکت فرماتے، اور رات کی نیند وآرام کو قربان کرکے تھکن اور تھکاوت کے باوجود اللہ کے بندوں تک اللہ کے دین کو پہونچانے کے لئے "**فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ**" اور "**بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً**" پرکمال درجہ عمل پیرا تھے۔

آپ کے وعظ میں عجیب جاذبیت اور کشش ہوتی تھی، کوئی آپ کے وعظ میں تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا تھا کیونکہ آپ کا کلام "**كَلِّمِ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ**" کی

مثال ہوا کرتا تھا، یعنی اگر مجمع میں عوام ہوتے تو آپ بالکل عام فہم گفتگو فرماتے تا کہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکے، لیکن اگر اہل علم کی مجلس ہوتی تو آپ کے خطاب کا رنگ کچھ اور ہی ہوتا، خالص علمی اور تحقیقی گفتگو فرماتے، جس سے آپ کے مطالعہ کا پتہ چلتا تھا۔

غیر مسلمین کا قبول اسلام: حضرت والا اپنے اوصاف وکمالات کو حد درجہ پوشیدہ رکھتے تھے، اپنے کچھ حالات کو ایک ڈائری میں آپ نے لکھ رکھا تھا؛ لیکن وہ ڈائری کسی کو دیکھنے نہیں دیتے تھے، حتیٰ کہ گھر والوں سے بھی چھپا کر رکھتے تھے، حضرت والا کی رحلت کے بعد جب وہ ڈائری ہم لوگوں نے دیکھی تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہریانہ، مظفرنگر، میرٹھ، چندی گڑھ، مہاراشٹر، گورکھپور، غازی آباد، بڑہل گنج، بنارس، مئو اور اعظم گڈھ وغیرہ مختلف جگہوں کے تقریباً پچاس غیر مسلمین آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، ان شاء اللہ یہی لوگ آپ کی نجات اور بلندیٔ درجات کے لئے کافی ہیں۔

نمایاں خصوصیات: حضرت والا تو جلالتِ شان، علومرتبت، فہم وفراست، عظمت وعبقریت، زہد وتقویٰ اور علم وعمل کا پیکر مجسم تھے، اسی وجہ سے ان کے مداحوں اور ثناخوانوں کی ایک قطار نظر آتی ہے، ہر ایک سچے دل سے ان کے تفوق کا قائل تھا، جو بھی ملتا گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا، ہر کوئی ان کا شیفتہ ودلدادہ تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ سے محبت کا تعلق فرماتے ہیں، اپنے تمام شاگردوں کو حقیقی اولاد کی طرح بہتر مشورہ دیتے، ان کے پڑھانے کے لئے مناسب جگہوں کا انتخاب فرماتے، گرچہ قدرت کی فیاضی نے آپ کو بہت سی خصوصیات سے مالا مال فرمایا تھا، لیکن ان تمام اوصاف میں حضرت کا مستجاب الدعوات ہونا ظاہر و باہر ہے، اور دوسری بڑی خصوصیت جس میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں وہ ناچیز کے علم کے مطابق یہ ہے کہ

ہندوستان میں مسندالہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر آج تک آپ کے علاوہ کوئی دوسرا بخاری شریف کا اتنے لمبے زمانہ تک درس دینے والا نہیں ملتا، چنانچہ آپ نے مسلسل ٦٦ سال تک اس اہم کتاب کا درس دیا۔

سادگی: آپ کی زندگی میں کوئی تکلف نہیں تھا، سادگی میں آپ کی مثال دی جاتی تھی، دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ اور مصنوعی وضع سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، عیش نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں، بڑے بڑے مہمانوں کے لئے عام چادر ہی بچھی رہتی تھی، حضرت کے حجرہ کی زینت یہ شعر تو ہر اس شخص کو یاد ہوگا جس نے بھی آپ کے کمرہ کی زیارت کی ہوگی ؎

ہم غریبوں کی یہی ہے کائنات　　　بوریا حاضر ہے شاہوں کے لئے

بیعت و سلوک: حضرت والا اپنے استاذ گرامی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی اور تربیتی رہنمائی لیتے رہے اور بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انھیں کے زیر تربیت رہ کر سلوک کی بہت سی منزلیں طے کی، اور مجاز بھی ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی علیہ الرحمہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا محمود صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا پیر محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی نے اعزازی خلافت سے سرفراز فرمایا، ان دونوں حضرات کے علاوہ اور حضرات نے بھی اعزازی خلافت سے نوازا تھا، لیکن اس حوالہ سے حضرت والا زیادہ باتیں بتانے سے گریز فرماتے تھے۔ لوگوں کو بیعت بہت کم فرماتے تھے، اکثر کسی بزرگ کے یہاں بھیج دیتے تھے، اسی طرح اپنے مریدین میں بہت ہی مخصوص لوگوں کو خلافت سے نوازا ہے۔

متقی ہونے کی یقینی علامت: انسان کے متقی ہونے کی سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو اس سے محبت ہو، اور عام مسلمانوں کے دل بھی اس کی طرف اس طرح کھنچتے ہوں، جیسے آہن پارے مقناطیس کی طرف۔ اور ہر انسان کو اس کی صحبت سے انسیت محسوس ہو؛ بلکہ ہر آدمی اس کو اپنا جگری دوست تصور کرتا ہو، چنانچہ بخاری شریف(الأدب/المِقَةُ مِنَ اللّٰه /الرقم: ٥٨٠٥) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں، تو جبرئیل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں، تم بھی کرو، پھر جبرئیل علیہ السلام ملائکہ میں بھی اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے، تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، پھر دنیا والوں کے دل میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے؛ لہٰذا حضرت والا میں یہ وصف بھی بدرجۂ اتم ہونے کی وجہ سے خدائے کریم کے کرم سے امید کامل ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے گا، اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے جوار میں انھیں جگہ دے گا اور یہی لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

ازواج واولاد: حضرت کا پہلا نکاح بیساں پورہ نورم میں شیخ محمد احمد عرف سکندر کی بڑی لڑکی ام الہدیٰ سے ہوا، آپ کی عمر اس وقت ۱۶ سال تھی اور خود نوشت کے مطابق ۱۴-۱۵ سال تھی، ۱۶ سال ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ کیونکہ آپ کا داخلہ مدرسہ بیت العلوم کے رجسٹر کے مطابق بعمر ۱۴ سال ہوا، اور حضرت کی شادی داخلہ کے دو سال بعد (جب آپ مالا بدمنہ وغیرہ کتابیں پڑھتے تھے) ہوئی تھی۔

حضرت کی اس بیوی سے دو لڑکیاں: سیدہ ، انیسہ اور ایک لڑکے عبدالحکیم پیدا ہوئے، ۴ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بروز جمعہ بوقت ۹ بجے دن آپ کی اہلیہ ام الہدیٰ کا انتقال

ہوگیا۔

پھر تقریباً پانچ ماہ بعد دوسرا عقد شمسیہ خاتون بنت مولانا رفیق احمد صاحب موضع نندا‌ؤں سے ہوا، نکاح مولانا محمد ادریس صاحب نے پڑھایا، یہ نکاح گریڈیہہ کے زمانہ تدریس میں ہوا۔

حضرت کی اس اہلیہ سے ایک بیٹی امۃ اللہ اور ایک لڑکے ابوالحسنات عبدالحی پیدا ہوئے، لڑکے دوسال بعد ۲۱ر صفر ۱۳۹۰ھ بروز دوشنبہ بوقت ۸ بجے شب داغ مفارقت دے کر ذخیرہ والدین بن گئے۔

۱۲ر جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ ایک اور بیٹی ام الخیر پیدا ہوئیں، لیکن ان کی ولادت میں ماں کا انتقال ہوگیا اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد ام الخیر بھی اپنی ماں کے ساتھ دار خیر کی طرف کوچ کرگئیں۔

اہلیہ ثانی کے انتقال کے ۶ ماہ ۲۳ دن بعد ۱۹ر محرم الحرام ۱۳۹۱ھ کو آمنہ خاتون بنارسی سے عقد ہوا، جو کہ راقم الحروف کی خوش دامن ہیں، اللہ ان کے سایہ کو تادیر صحت وعافیت کے ساتھ باقی رکھے۔

یہ نکاح فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی علیہ الرحمہ نے پڑھایا تھا۔

حضرت کی اس اہلیہ سے سب سے پہلے ایک لڑکی ''امۃ العزیز'' پیدا ہوئیں اور ۸ یوم بعد انتقال کرگئیں، اس کے بعد ۲۶ر شعبان ۱۳۹۳ھ کو ایک لڑکے عبدالبر سچ اعظمی (تاریخی نام) پیدا ہوئے، جو کہ بہترین حافظ قرآن اور جید الاستعداد عالم ہیں، تقریباً بیس سال سے مختلف علوم وفنون کی دورہ حدیث شریف تک کی کتابوں کا کامیاب درس دے رہے ہیں، آپ کا درس طلبہ میں بے حد مقبول ہے، حضرت والا علیہ الرحمہ خود ان کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ عبدالبر کیسا پڑھاتا ہے؟ جب طلبہ کہتے کہ بہت اچھا تو

حضرت کہتے صحیح بتاؤ! پھر طلبہ کہتے حضرت واقعی بہت اچھا درس دیتے ہیں، تو کافی خوش ہوتے اور مزید ترقی کے لئے خوب دعائیں دیتے، اللہ حضرت والا کی ہر دعا کو قبول فرمائے۔

۲۹ر محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعرات دوسرے بیٹے عبدالتواب کی پیدائش ہوئی، پھر ۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۳۷۹ھ کو تیسرے بیٹے عبدالمنعم پیدا ہوئے، یہ بھی بہترین حافظ قرآن اور باصلاحیت عالم ہیں۔

۱۴۰۲ھ ماہ رمضان جمعۃ الوداع مطابق ۱۹۸۲ء کو چوتھے بیٹے عبدالمتعال کی پیدائش ہوئی اور ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۰۴ھ مطابق ۴ر نومبر ۱۹۸۳ء بروز شنبہ پانچویں بیٹے عبدالمقتدر کی پیدائش ہوئی، اس کے بعد ۸ ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۶ر جولائی ۱۹۸۶ء بروز بدھ دوسری بیٹی احمدی امۃ الحق پیدا ہوئیں اور یکم ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء کو تیسری بیٹی محمدی امۃ الرحمٰن پیدا ہوئیں، اس کے بعد ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۱ر نومبر ۱۹۹۰ء بروز جمعرات آخری بیٹے محمد احمد کی پیدائش ہوئی۔

اس طرح حضرت کی اولاد کی کل تعداد پندرہ ہے، جن میں ۸ بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں، جن میں سے اس وقت سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں بقید حیات ہیں، اللہ ہر ایک کو صحت وسلامتی سے رکھے اور اپنے والد کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین)

مرض الوفات: زندگی کا سفر خواہ کتنا ہی طویل ہو جائے آخرش ایک دن موت کی دہلیز پر پہونچ کر ختم ہو جاتا ہے، زندگی فانی ہے اور فنا ہی اس کا مقدر ہے، بس موت کوئی بہانہ ڈھونڈتی ہے اور موقع پاتے ہی اپنا لقمہ بنا لیتی ہے، چنانچہ حضرت والا تو بہت دنوں سے ضعیفی کے ساتھ معمولی امراض سے گھرے ہوئے تھے، رات میں طبیعت میں کچھ گرانی محسوس ہوئی اور کئی مرتبہ قے بھی ہوئی، جس کی وجہ سے کافی کمزوری ہوگئی،

ہاتھ پیر کام نہیں کررہے تھے، جمعہ کی نماز کا وقت ہوا تو خادم (مولوی ابوبکر قاسمی بنگلہ دیشی ومولوی انعام الحق قاسمی بنگلہ دیشی جزاہما اللہ خیر الجزاء) سے فرمایا کہ مسجد لے چلو، ان لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کس طرح نماز پڑھیں گے، بہت کمزوری ہے ،فرمایا کہ سوکر بھی تو نماز پڑھ سکتے ہیں، مسجد میں مجھے لٹادواور پیر قبلہ کی طرف کردو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ نے جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی اور حالت عذر میں جماعت کے ساتھ نماز کا عملی نمونہ بھی پیش فرما گئے، عصر سے قبل طبیعت مزید بگڑتی نظر آئی تو لوگ ڈاکٹر کے پاس لے گئے، چیک اپ وغیرہ کے بعد ڈاکٹر نے کہا کوئی تشویش کی بات نہیں ، سب نارمل ہے، حضرت ہوش وحواس میں قرآن پاک تلاوت سماعت فرمارہے تھے،فرمایا کہ مجھے بیٹھادو، پھر فرمایا کہ اب لٹادو،اورنہایت ہی خاموشی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئے، اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی، کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے بتایا کہ حضرت نہیں رہے، یہ کہنا تھا کہ پوری دنیا میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی، ہندو پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ دیگر کئی ممالک میں کہرام مچ گیا، حضرت والا تو رخصت ہوگئے، لیکن وہ زبانوں، دلوں اور تذکروں میں زندہ ہیں، آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود ان کی یاد ایک امت کو رُلا رہی ہے اور بے چین کئے ہوئے ہے، وہ ذات جو گاؤں ،شہر اور مختلف محفلوں کی نور تھی، جو دینی اداروں اور علمی درسگاہوں اور روحانی مجلسوں کی آبرو تھی، جو حضور میں تھی، اب وہ غیاب میں ہے، سب اسے ڈھونڈ رہے ہیں اور بار بار یہ کہہ رہے ہیں ؎

تیرے بغیر رونق دیوار و در کہاں　　شام وسحر کا نام ہے شام وسحر کہاں

لیکن ہم نے سنا نہیں شاید وہ زبان حال سے یہی کہتے ہوئے رخصت ہوئے ہیں:

ملنے کو نہیں؛ نایاب ہیں ہم

اور جب کوئی نایاب چیز کھو جائے تو حزن وملال اور رنج والم کا ہونا فطری بات ہے، اور اسی فطرت کی ترجمانی جگر مرادآبادی کے اس شعر میں نظر آتی ہے ۔

جان کر من جملہ خاصانِ میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت والا اپنے رب کریم وغفور کی جوار رحمت میں جا چکے ہیں، ان کی زندگی بھر حسنات، نماز جنازہ میں علماء وصلحاء کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ملک وبیرون ملک ان کے لئے استغفار وایصال ثواب کے اہتمام اور لاتعداد لوگوں کی طرف سے آپ کے لئے عمرہ کی ادائیگی کے سبب قوی امید ہے کہ وہ اپنی جنت نشاں قبر میں جنت کے مزے لے رہے ہوں گے، اولاد اور تلامذہ کی شکل میں جو صدقہ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں، اس پر ملنے والا اجر ان سب پر مستزاد رفع درجات کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ انشاءاللہ۔

اللّهُمّ اغْفِرْ لَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعافِه، وَاعْفُ عنهُ، وَأكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الخَطَايَا كمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ. آمين.